امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین میں اسبابِ اختلاف

فرخ سوار خوشحالی*

ڈاکٹر ظہور اللہ الازہری**

ABSTRACT

Imam Abu Hanifa was a great jurist. He not only vested his talent, time and energy for the development of Fiqh but he headed a team of scholars for compilation of Fiqh and trained his disciplines for the job. Among his renowned pupils are Imam Abu Yousaf and Imam Muhammad. One of his qualities as a teacher and mentor is that he encouraged dialogue, interaction and difference of opinions. As a result we see that Imam Abu Yousaf and Imam Muhammad differ from his juristic opinions on many occasions. In this article we would try to analyze the reasons of difference between Imam Abu Hanifa and his disciples Imam Abu Yousaf and Imam Muhammad.

Keywords: اسباب، امام ابو حنیفہ، صاحبین، فقہ، اختلاف، تلامذہ، دلائل، احادیث

ائمہ فقہ کا امت محمدیہ پر احسان عظیم ہے کہ انہوں نے قرآن و سنت سے عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص کی بنا پر احکام و مسائل کا استنباط کیا اور پھر نئے پیش آمدہ مسائل کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں غور و فکر کے بعد پیش کیا۔ اگر وہ یہ علمی مشقت نہ کرتے تو ہر شخص کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ قرآن و سنت سے احکام کا علم حاصل کرتا۔

ان فقہاء کی فہرست میں امام ابو حنیفہؒ کی ذات نمایاں ہے جنہوں نے فقہ کے میدان میں نہ صرف خود گراں قدر خدمات سر انجام دیں بلکہ اس فن کے ماہرین بھی اس امت کو دیے جن میں نمایاں نام امام ابو یوسف اور امام

* پی ایچ ڈی سکالر، منہاج یونیورسٹی، لاہور

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور

محمد کا ہے۔ انہوں نے اس فن کو کتابی لباس پہنا کر امت کیلئے تحفۂ جاوداں بنا دیا۔ پھر ان فقہائے کرام میں آراء میں مختلف مسائل میں اختلاف بھی ہوا جس نے امت مسلمہ کے لیے مزید آسانیوں کو جنم دیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إن العلماء ورثة الأنبياء." [1]

"بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔"

اس حدیث کی رو سے علمائے کرام زمین میں انبیاء علیہم السلام کے نائب اور وارث ہیں۔ اگر ہم تاریخ اسلامی کا جائزہ لیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ دعوت و تبلیغ دین کا جو فریضہ انبیاء کرام علیہم السلام سرانجام دیتے رہے ہیں امت محمدیہ کے علماء نے بھی حسبِ مقدور اس فریضے کو انجام دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ انہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ ہم تک دین اسلام اپنی اصل حالت میں پہنچا ہے۔ علماء اور فقہاء کے باہمی اختلافات کسی حسد یا تعصب کی وجہ سے نہیں تھے کیونکہ تمام فقہاء کرام شریعت اسلامیہ کا اصل ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو ہی قرار دیتے ہیں اور اگر کسی مسئلہ میں قرآن وسنت سے دلیل نہ ملے تو پھر قیاس اور اجتہاد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور کسی مسئلہ میں اگر ان کی رائے کتاب وسنت سے متعارض ہو جائے تو علم ہونے پر وہ اس رائے سے رجوع کر لیتے ہیں۔ اسی سلسلے میں امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد گرامی ہے:

"إذا قلت قولاً يخالف كتاب االله تعالىٰ وخبر الرسول ﷺ فاتركوا قولي." [2]

"اگر میں کوئی ایسی بات کروں جو کتاب وسنت کے مخالف ہو تو میرے قول کو ترک کر دو۔"

امام ابو حنیفہ کے بارے میں بعض متاخرین کی رائے یہ بھی ہے کہ وہ حدیث کے مقابلے میں اجتہاد اور قیاس کو ترجیح دیتے تھے۔ ان کی امام صاحب کے بارے میں یہ رائے کس حد تک درست ہے اس حوالے سے امام صاحب کا اپنا قول ہے:

"إذا صح الحديث فهو مذهبي." [3]

---

[1] - ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، بیروت، دارالفکر 3: 3317

[2] - کاسانی، علاؤالدین ابوبکر، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت دارلکتب العربی، 1982ء، 64:1

[3] - ایضاً، 82:1

"حدیث صحیح ہی میرا مذہب ہے۔"

اس بیان سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ ان کے باہمی اختلافات کا منشاء حسد، تعصب یا عناد نہیں ہے اور نہ ہی یہ اختلافِ حق و باطل ہے بلکہ مختلف فیہ مسائل کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جن میں افضل و غیر افضل، راجح و غیر راجح کا اختلاف ہے۔ اور اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ جب حضرات ائمہ میں سے کسی کا قول صحیح حدیث کے خلاف ہو تو اس کا کوئی سبب یا عذر ہوتا ہے جیسے:

1. اس امام کے علم میں یہ نہیں ہوتا کہ یہ حدیث حضور نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔
2. یا وہ نہیں سمجھتا کہ یہ حدیث اس مسئلے سے متعلق ہے۔
3. یا وہ یہ سمجھتا ہے کہ حدیث میں بیان کردہ حکم منسوخ ہے۔
4. یا وہ اس حدیث کو ضعیف سمجھتے ہوئے قابل حجت نہیں سمجھتا۔

ان چاروں اعذار کے متفرق اسباب ہوسکتے ہیں مثلاً حدیث کا امام کے علم میں نہ ہونا۔ اگر کسی امام تک کوئی حدیث نہ پہنچی ہو تو ظاہر ہے اس نے اس مسئلے میں ظاہر آیت کے مطابق فیصلہ کیا ہوگا۔ یا اس نے کسی دوسری حدیث کی روشنی میں فیصلہ کیا ہوگا یا قیاس یا استصحاب حال کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا ہوگا۔ چنانچہ اس کا فیصلہ کبھی تو اس حدیث کے موافق ہوگا اور کبھی مخالف ہوگا۔ اسی طرح بعض اوقات کسی حدیث کے دو طرق ہوتے ہیں جن میں سے ایک صحیح اور دوسرا ضعیف ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ حدیث کسی امام کو ضعیف سند سے پہنچتی ہے تو اس کے لیے اس پر عمل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ جب کہ یہی حدیث دوسرے امام تک صحیح سند کے ساتھ پہنچتی ہے تو وہ اس پر عمل کرتا ہے۔ اس طرح ائمہ کے درمیان اختلاف کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

حقیقتِ اختلاف

بعض مسائل کے متعلق امام ابو حنیفہؒ سے ایک سے زائد اقوال یا روایات مروی ہیں۔ کتب فقہ میں ایسے مسائل کی ایک طویل فہرست ہے۔ ہم بطور امثلہ پہلے ان میں سے چند ایک مسائل ذکر کریں گے، اس کے بعد ان مختلف اقوال و روایات کی وجوہات بیان کریں گے:

1. گھوڑے کے جھوٹے پانی کے متعلق امام ابو حنیفہؒ کی دو روایات ہیں: حسن بن زیاد کی روایت یہ ہے کہ اس کا

جھوٹا پانی ناپاک ہے جبکہ ظاہر روایت کے مطابق پاک ہے۔[1]

2. سجدے کی جگہ پر نجاست ہونے کی صورت میں امام ابو حنیفہؒ سے دو روایات ہیں۔ امام محمدؒ ان سے نقل کرتے ہیں کہ اس صورت میں نماز جائز نہ ہو گی جب کہ امام ابو یوسفؒ کی روایت ہے کہ نماز جائز ہو گی۔[2]

3. نماز وتر کے وجوب اور عدم وجوب کے حوالے سے امام ابو حنیفہؒ سے تین روایات مروی ہیں۔ حماد بن زیدؒ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ وتر فرض ہیں، یوسف بن خالدؒ السمتی نقل کرتے ہیں کہ وتر واجب ہیں جبکہ نوح بن ابی مریم المروزی کی الجامع میں امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ وتر سنت ہیں۔[3]

مذکورہ بالا تینوں مسائل میں امام ابو حنیفہؒ سے ایک سے زائد روایات مروی ہیں: روایات کے اس اختلاف کی متعدد وجوہ اور اسباب ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

1. بات سننے میں غلطی ہونا۔ مثلاً جب امام صاحب سے کسی معاملہ میں پوچھا گیا تو آپ نے نفی میں جواب دیا اور فرمایا کہ 'جائز نہیں' مگر راوی پر بات مشتبہ ہو گئی۔ چنانچہ اس نے جیسا سنا ویسا نقل کر دیا۔ اور دوسرے راوی نے صحیح بات سنی اور وہی نقل کی تو مسئلہ میں دو روایتیں ہو گئیں۔

2. امام صاحب کی ایک رائے تھی جس سے بعد میں آپ نے رجوع کر لیا اور جو راوی امام صاحب کے پاس آتا جاتا تھا اس کے علم میں وہ رجوع آیا اور اس نے آخری رائے نقل کی اور دوسرا راوی جس کا آنا جانا کم تھا امام صاحب کی آخری رائے اس کے علم میں نہ آ سکی تو اس نے وہی پہلی رائے نقل کی جس کی وجہ سے مسئلہ میں دو روایتیں پیدا ہو گئیں۔

3. امام صاحبؒ نے ایک بات قیاس کی رو سے فرمائی اور دوسری استحسان کی رو سے۔ ایک راوی نے پہلی بات سنی اور اس کو روایت کیا اور دوسرے نے دوسری بات سنی اور اس کو روایت کیا جس کی وجہ سے مختلف اقوال پیدا ہو گئے۔

4. کسی مسئلہ میں امام صاحب نے دو آراء بیان فرمائیں: ایک قضاء (فتویٰ) کی جہت سے اور دوسری احتیاط

[1] ۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 6270:1

[2] ۔ ایضاً

[3] ۔ شامی، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی، شرح عقود رسم المفتی، ص:15

(تقوی) کی جہت سے اور ہر راوی اسی طرح حکم نقل کرتا ہے جس طرح اس نے سنا ہے۔ پس اقوال میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔[1]

علامہ شامیؒ اس کے بعد اختلافِ روایات کے مزید دو اسباب ذکر کرتے ہیں:

5. کسی حکم میں مجتہد کا متردد ہونا بایں وجہ کہ اس کے نزدیک دلائل میں تعارض ہے اور کوئی وجہ ترجیح موجود نہیں ہے۔

6. ایک ہی دلیل کے مدلول و مفہوم میں مجتہد کی رائے کا مختلف ہونا کیوں کہ دلیل کبھی دو یا دو سے بھی زیادہ وجوہ کا احتمال رکھتی ہے۔ اس لیے مجتہد ہر احتمال پر ایک جواب کی بنیاد رکھتا ہے۔[2]

امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے مابین اختلاف کی وجوہات

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ دونوں امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور حنفی المذہب ہیں۔ اس کے باوجود کتب فقہ میں ایسے مسائل کی ایک طویل فہرست ملتی ہے جن میں امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ دونوں صاحبان امام ابو حنیفہ کے شاگرد اور مقلد ہیں، تو پھر بعض مسائل میں امام صاحب سے اختلاف کیوں کرتے ہیں؟

اس باب میں یہ بات ہمیشہ ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ ائمہ کے درمیان یہ اختلافات محض علمی تحقیق اور اخلاص پر مبنی ہیں۔ اس کا سبب باہمی حسد و بغض، تعصب و عناد، علمی برتری یا خواہش نفس کی پیروی نہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے پیش نظر للّٰہیت کے ساتھ حق کی اتباع کرنا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی درست تعبیر اور ان کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا تھا۔ تاہم اس فقہی اور فروعی اختلاف کے چند اسباب درج ذیل ہیں:

---

[1] ۔ ایضاً

[2] ۔ الشيباني، محمد بن الحسن، الجامع الصغير وشرحه النافع الكبير،بيروت دار النشر، عالم الكتب 1406، 254:1

1۔ عصری اور زمانی اختلاف

امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے مابین مختلف مسائل میں پائے جانے والے اختلاف کا ایک سبب زمانے کا مختلف ہونا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا زمانہ حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانے کے زیادہ قریب تھا۔ یہ تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے خیر القرون کا نام دیا ہے۔ جب کہ صاحبین کے زمانے میں حالات تبدیل ہو چکے تھے۔ اس زمانے میں فتنوں نے جنم لینا شروع کر دیا تھا۔ الغرض حالات کافی حد تک تبدیل ہو چکے تھے۔ چنانچہ صاحبین نے اپنے زمانے کے حالات کے پیش نظر بہت سے مسائل میں امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کے خلاف فتویٰ دیا۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اگر امام ابو حنیفہؒ اس دور میں ہوتے تو وہ بھی یہی فتویٰ دیتے۔ اسی لیے اکثر فقہاء کرام نے اپنی کتب میں لکھا ہے:

"هذا اختلاف عصر وزمان لا حجة وبرهان." [1]

"یہ عصری وزمانی اختلاف ہے نہ کہ کسی دلیل اور حجت کی بنا پر۔"

مثلاً اگر عید کی نماز میں امام یا مقتدی کو حدث لاحق ہو جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں اس شخص کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ جا کر تیمم کرے اور اپنی نماز جاری رکھے، خواہ اس نے وضو سے نماز شروع کی تھی یا تیمم سے۔ صاحبینؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے وضو کے ساتھ نماز شروع کی تھی تو اب اس کے لیے تیمم کی اجازت نہیں ہو گی۔ بلکہ یہ شخص جا کر وضو کرے اور پھر آ کر اپنی نماز جاری رکھے۔ یہ اختلاف زمانے کے اعتبار سے ہے۔ علامہ جلال الدین خوارزمیؒ کہتے ہیں:

"فمن مشائخنا من قال : هذا اختلاف عصر و زمان فكان في زمن أبي حنيفة يصلى صلاة العيد في جبانة بعيدة من الكوفة." [2]

"ہمارے مشائخ میں سے کچھ نے فرمایا: یہ اختلاف عصری اور زمانی ہے۔ وہ اس طرح کہ امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں نماز عید کوفہ سے دور کھلے میدان میں پڑھی جاتی تھی۔"

---

[1] - مرغینانی، علی بن ابی بکر، الهدایه شرح البدایة، لاہور، مکتبہ اسلامیہ، 3: 275

[2] ۔ شیخ زادہ، عبد الرحمن بن محمد، مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، بیروت، دار الکتب العلمیة 1976ء، 3: 345

امام ابو حنیفہؒ نے کسی مسئلہ کے متعلق اپنے زمانہ کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے حکم لگایا اور صاحبینؒ کے دور میں حالات تبدیل ہو گئے لہٰذا انہوں پھر اس کے مطابق حکم لگایا چنانچہ اس طرح اختلاف کی صورت پیدا ہو گئی۔

2۔ مکمل فکری آزادی

امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ کے ہاں اپنے اساتذہ کے ساتھ عقیدت و احترام کے باوجود مکمل فکری آزادی پائی جاتی تھی جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے اساتذہ سے متعدد مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے بھی اپنے تلامذہ پر یہ پابندی عائد نہیں کی تھی کہ میں جو فیصلہ کروں اس پر آنکھیں بند کر کے عمل کرو بلکہ ان کو علمی اختلاف کا مکمل اختیار تھا اور ہر مسئلہ کو باہمی مشورے سے حل کیا جاتا تھا۔ علامہ شامیؒ رسم المفتی میں علامہ حصکفیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:(1)

> "امام ابو حنیفہؒ نے غایت احتیاط اور کمال تقوی کی وجہ سے اور یہ بات جاننے کی وجہ سے کہ اختلاف آثار رحمت ہے، اپنے اصحاب کو یہ حکم دیا تھا کہ 'اگر تمھیں کوئی دلیل مل جائے تو تم اس کے مطابق رائے قائم کر سکتے ہو، چنانچہ آپ کا ہر شاگرد آپ سے مروی کسی روایت کو لے لیتا اور اسے دلیل سے ترجیح دیتا تھا۔"(2)

3۔ مجتہد مطلق کی صلاحیت

امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے مابین اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ صاحبین کی صلاحیتیں مجتہد مطلق کے درجہ کی مانی گئی ہیں یعنی انہوں نے اصول و فروع میں کسی کی تقلید کے بغیر ادلہ اربعہ (قرآن، حدیث، اجماع، قیاس) سے فروعی مسائل و احکام مستنبط کیے ہیں۔ لہٰذا اتنی عظیم اجتہادی بصیرت والے اصحاب کسی مسئلہ پر غور و خوض نہ کریں یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہؒ صاحبینؒ کی صلاحیت کے متعلق فرماتے ہیں:

> "یہ دونوں حضرات بجائے خود مجتہد مطلق ہیں اور امام ابو حنیفہؒ سے ان کے اختلاف کی فہرست کافی طویل ہے۔"(3)

---

[1] ۔ شامی، شرح عقود رسم المفتی، ص:16

[2]۔ خوارزمی، محمد جلال الدین، الکفایہ علی فتح القدیر، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، 1:123

[3]۔ شاہ ولی اللہ، اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ، مترجم: مولانا صدر الدین اصلاحی، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1:44

4۔ اصول میں اختلاف

اصولِ فقہ کے بعض بنیادی اصول و ضوابط میں صاحبینؒ کا امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ اختلاف ہے لہٰذا اصول میں اختلاف کے ساتھ اقوال کیسے متحد رہ سکتے ہیں؟ اس کی چند ایک امثلہ درج ذیل ہیں:

I. امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ جو چیز ابتداء میں فرض کو متغیر کر دے وہ آخر میں بھی اس کو متغیر کر دے گی جبکہ صاحبینؒ کے نزدیک ایسا نہیں ہے۔ مثلاً تیمم کنندہ اپنی نماز کے آخر میں بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد سلام سے پہلے پانی دیکھ لے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اصل مذکور کے پیش نظر اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک فاسد نہیں ہو گی۔[1]

II. امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ محرم کا مناسکِ حج کو ان کے اوقات سے مقدم یا مؤخر کرنا موجبِ دم ہے، صاحبینؒ کے نزدیک موجبِ دم نہیں ہے۔ سو اگر محرم نے طوافِ زیارت کو مؤخر کر دیا یہاں تک کہ ایام نحر گزر گئے تو امام صاحبؒ کے نزدیک دم واجب ہو گا، صاحبینؒ کے نزدیک دم واجب نہیں۔[2]

III. امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے درمیان نجاست غلیظہ اور خفیفہ کے ثبوت کے لیے اصول میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نجاست غلیظہ ایسی نص سے ثابت ہوتی ہے جس کے مقابلے میں کوئی نص، طہارت کو ثابت کرنے والی نہ ہو اور نجاست خفیفہ دو باہم متعارض نصوص سے ثابت ہوتی ہے۔ جب کہ صاحبین ایسی نجاست کو نجاست غلیظہ کہتے ہیں جس کے نجس ہونے پر اجماع واقع ہو۔ اور جس کے نجس ہونے میں اختلاف ہو اسے نجاست خفیفہ کہتے ہیں۔ چنانچہ اس اصولی اختلاف کی بنیاد پر بہت سے مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔[3]

---

[1] ۔ المرغینانی، شرح البدایة، 60:1

[2] ۔ الکاسانی، بدائع الصنائع، 2: 132

[3] ۔ ایضاً، 80:1

5۔ امام ابو حنیفہؒ کا اپنے سابقہ قول سے رجوع کرنا

بعض مسائل ایسے ہیں جن میں امام ابو حنیفہؒ سے پہلے ایک قول منسوب کیا گیا لیکن بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا یا اس کے علاوہ کسی دوسرے قول کو ترجیح دی اور صاحبینؒ نے آپ کے دوسرے قول کو دلیل کی بنیاد پر ترجیح دی۔ چنانچہ اس طرح صورتِ اختلاف پیدا ہو گئی۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: فتاوی ولوالجیہ کی کتاب الجنایات میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا:

"ما قلت قولاً خالفت فيه أبا حنيفة إلا قولا قد كان قاله." [1]

"میں نے امام ابو حنیفہؒ کی رائے کے خلاف جو بھی قول کیا ہے وہ خود ان کا سابقہ قول ہے۔"

اور امام زفرؒ سے مروی ہے:

"میں نے جس مسئلہ میں بھی امام ابو حنیفہ سے اختلاف کیا اور علیحدہ رائے قائم کی ہے وہ خود ان کا قول ہے جس سے انہوں نے رجوع کر لیا۔"[2]

6۔ صاحبین کا امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کو قرآن و سنت پر پیش کرنا

اختلاف کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ صاحبینؒ امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کو قرآن و سنت اور اقوالِ صحابہ پر پیش کرتے اگر انہیں قرآن و سنت یا اقوالِ صحابہ سے اپنے مذہب کی تائید حاصل ہو جاتی تو وہ مذہب حنفی پر برقرار رہتے اور اگر انہیں اپنے مذہب کے موافق کوئی دلیل نہ ملتی تو ایسی صورت میں وہ اپنی رائے بدل لیتے، چنانچہ اس طرح اختلاف کی صورت پیدا ہو گئی۔

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

"امام محمدؒ نے پہلے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، پھر مدینہ جا کر امام مالکؒ سے مؤطا پڑھی۔ اس کے بعد غور و فکر شروع کیا اور اپنے شیوخ کے مذہب کے ایک ایک مسئلے کو مؤطا سے مقابلہ کر کے دیکھا، اگر اس کے مطابق نظر آیا تو درست، ورنہ صحابہ اور تابعین کے مختلف اقوال و مذاہب کی تحقیق کی۔ اگر کسی کے ہاں اپنے مذہب کے موافق قول مل گیا تو اس

---

[1] ۔ شامی، شرح عقود رسم المفتی، ص:16

[2] ۔ ایضاً

صورت میں وہ مذہب حنفی پر قائم رہے لیکن اگر کوئی مسئلہ ایسا نکلا جس کی بنیاد کسی کمزور قیاس یا بے جان دلیل پر تھی اور اکثر علماء کے عمل سے یا حدیث صحیح سے مخالفت ہو رہی تھی جس پر فقہاء نے عمل کیا ہو، تو ایسی صورت میں انہوں نے اپنی رائے بدل دی۔"[1]

7۔ صاحبین کا ابراہیم نخعی کے مذہب پر کسی مسئلہ کی تخریج تسلیم نہ کرنا

بعض مسائل میں امام ابو حنیفہؒ نے ابراہیم نخعی کے مذہب پر کسی مسئلہ کی تخریج کی لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے اس تخریج کو تسلیم نہیں کیا تو اس طرح صورت اختلاف پیدا ہو گئی۔[2]

8۔ اختلاف بوجہ استحسان و قیاس

امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے مابین بعض مسائل میں استحسان اور قیاس کی بنیاد پر اختلاف پایا جاتا ہے یعنی امام ابو حنیفہؒ کا قول مبنی بر استحسان ہے اور صاحبینؒ کا قول مبنی بر قیاس، تو اس طرح دو مختلف اقوال ہونے کی وجہ سے اختلاف کی صورت پیدا ہو گئی۔ مثلاً امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کھڑے ہو کر نوافل شروع کرنے کے بعد بلا عذر بیٹھ جانا جائز ہے، صاحبین کے نزدیک جائز نہیں۔ امام ابو الحسن المرغینانی لکھتے ہیں:

"وإن افتتحها قائماً ثم قعد من غير عذر جاز عند أبي حنيفةؒ وهذا استحسان وعندهما لايجزيه وهو القياس." [3]

"اگر کسی نے کھڑے ہو کر نفلی نماز شروع کی پھر وہ بغیر کسی عذر کے بیٹھ گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک استحسان کی رو سے جائز ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں اور قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے۔"

9۔ اختلاف بوجہ تخفیف و عموم بلویٰ

بعض مسائل میں صاحبینؒ نے آسانی اور عموم بلویٰ کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی قول اختیار کیا ہے مثلاً ایسا لباس جس پر گوبر لگا ہو اس میں نماز پڑھنے کے متعلق اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر گوبر کی مقدار ایک

---

[1]۔ اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ، ص:43

[2]۔ ایضاً

[3]۔ الھدایہ شرح البدایۃ، 29:2

درہم ہو تو اس لباس میں نماز جائز نہیں، صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک گوبر نجاست خفیفہ ہے اور دوسرے صاحبینؒ نے عمومِ بلوی کو مدنظر رکھا ہے کیونکہ بھیڑ بکریاں اور دیگر مویشی پالنے والے لوگوں کا اس سے بچنا مشکل ہے۔ اس طرح صورت اختلاف پیدا ہو گئی۔

10۔ صحتِ حدیث کا معیار مختلف ہونا

اختلاف کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ایک حدیث جس سے امام ابو حنیفہؒ نے کسی مسئلہ کا استنباط کیا ہے، ان کے نزدیک صحیح ہے لیکن صاحبین اس کو صحیح نہیں مانتے بلکہ ان کے نزدیک وہ صحیح سے کم درجے کی ہے۔ چنانچہ صحت حدیث کے اختلاف کی وجہ سے مسائل میں بھی اختلاف کی صورت پیدا ہو گئی۔

مثلاً امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مسح علی الجوربین مستحب ہے واجب نہیں ہے جب کہ صاحبینؒ کے نزدیک واجب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحبینؒ نے جس حدیث مبارک سے استدلال کیا ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے واجب ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے۔

نتائج بحث

اس بحث سے واضح ہوتا ہے کہ:

- امام ابو حنیفہؒ فقہ کے بہت بڑے امام تھے جنہوں نے نہ صرف فقہی اصول وضع کیے بلکہ انہوں نے ایسے تلامذہ بھی تیار کیے جنہوں نے فقہ کو احسن انداز میں مرتب کیا۔
- امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ ان سے مختلف فقہی مسائل میں مختلف اسباب کی بنا پر اختلاف کرتے تھے جس سے فقہ حنفی میں توسع پیدا ہوا اور بعد میں آنے والوں کے لیے سہولت پیدا ہوئی۔
- امام صاحب سے ان کے تلامذہ کے اختلاف سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ان کے ہاں تقلید محض نہیں تھی بلکہ سوچ اور فکر کی آزادی تھی جس کی وجہ سے تلامذہ اپنے استاد سے اختلاف کرتے تھے۔
- فقہی مسائل میں اختلاف کے متعدد اسباب ہوتے ہیں جن میں زمانے کا مختلف ہونا، احادیث پر حکم لگانے میں اختلاف ہونا یا احادیث کا نہ پہنچنا وغیرہ شامل ہیں۔
- جس طرح امام صاحب کے تلامذہ نے اپنے استاد کی آراء سے مختلف اسباب کی بنا پر اختلاف کیا، آج بھی فقہاء اور مجتہدین اپنے ائمہ کرام کی آراء سے اختلاف کر سکتے ہیں۔
- نئے پیش آمدہ مسائل کے حل میں فقہی بصیرت سے کام لینا چاہیے اور اجتہاد کو کبھی بھی بند نہیں کرنا چاہیے۔